گلشنِ بے خار

فارسی

مصنّف

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ

مُترجم

حمیدہ خاتون

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔ا، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔110066

Gulshan-e-Bekhar

By : Mustafa Khan Shefta

© قومی کونسل برائے اردو زبان نئی دہلی

سنہ اشاعت : اپریل، جون 1998 شک 1920
پہلا اڈیشن : 1100
قیمت : 128/-
سلسلہ مطبوعات : 793

Bull Stax
PK
2163
.S4518
1998

ناشر : ڈائریکٹر قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان
ویسٹ بلاک ا، آر۔ کے۔ پورم نئی دہلی، 110066
طابع : فہمی کمپیوٹر، دین دنیا ہاؤس، 900 جامع مسجد دہلی۔6 ٹیلیفون : 3280644

پیش لفظ

"ابتدا میں لفظ تھا۔ اور لفظ ہی خدا ہے"

پہلے جمادات تھے۔ ان میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے۔ ان میں شعور پیدا ہوا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ کائنات میں جو سب سے اچھا ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

انسان اور حیوان میں صرف نطق اور شعور کا فرق ہے۔ یہ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو پھر ذہنی ترقی، روحانی ترقی اور انسان کی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے انسان کو ہر بات یاد رکھنا پڑتی تھی، علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا، بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ اس میں شریک ہوئے اور انھوں نے نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ بھی کیا۔

لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا، اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی، اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی۔ بولا ہوا لفظ، آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے۔ جو کچھ نہ لکھا جا سکا، وہ بالآخر ضائع ہو گیا۔

پہلے کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور علم سے صرف کچھ لوگوں کے ذہن ہی سیراب ہوتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے دور دور کا سفر کرنا پڑتا تھا، جہاں کتب خانے ہوں اور ان کا درس دینے والے عالم ہوں۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علم کے پھیلاؤ میں وسعت آئی کیونکہ وہ کتابیں جو نادر تھیں اور وہ کتابیں جو مفید تھیں آسانی سے فراہم ہوئیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اچھی کتابیں، کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تاکہ اردو کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو بلکہ سارے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی اس زبان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر سب تک پہنچیں۔ زبان صرف ادب نہیں، سماجی اور طبعی علوم کی کتابوں کی اہمیت ادبی کتابوں سے کم نہیں، کیونکہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، زندگی سماج سے جڑی ہوئی ہے اور سماجی ارتقاء اور ذہن انسانی کی نشوونما طبعی، انسانی علوم اور ٹکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

اب تک بیورو نے اور اب تشکیل کے بعد قومی اردو کونسل نے مختلف علوم اور فنون کی کتابیں شائع کی ہیں اور ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔ میں ماہرین سے یہ گذارش بھی کروں گا کہ اگر کوئی بات ان کو نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں نظر ثانی کے وقت خامی دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

ترتیب

اظہارِ تشکر ۱۰
سخنہائے ناگفتنی ۱۳
پیش لفظ ۱۵
فہرست اسمائے شعراء ۳۲
مقدمہ مصنف ۴۱
حرف الف سے ی تک شعراء کا کلام ۵۱
خاتمہ ۴۱۵
تقریظیں ۴۱۶

انتساب

اپنے شوہر

عبدالخالق صاحب

کے نام

جنھوں نے قدم قدم پر رہ نمائی کی

گلشنِ بیخار

تذکرۂ اشعار زبان اُردو

من مؤلفاتِ

نواب مصطفیٰ خان بہادر تخلص بہ شیفتہ خلف الصدق عظیم الدولہ
سرفراز الملک نواب مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ

در مطبع

لیتھوگرافک دہلی اخبار پریس باہتمام مولوی محمد باقر سپرنٹنڈنٹ مطبع شد

کاتب	سنہ ۱۲۵۲ ہجری نبوی	پریس مین
سید مراد علی	سنہ ۱۸۳۷ عیسوی	رام پرشاد

(گلشنِ بیخار کے پہلے ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۳۷ء رضا لائبریری رام پور کا سرورق)

اظہارِ تشکّر

میرے لیے مقامِ شکر ہے کہ میری پہلی کوشش "ترجمہ نکات الشعراء" کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ۱۹۹۴ء کے اواخر میں شائع ہونے والے میر کے اس فارسی تذکرہ کے اردو ترجمہ پر دہلی، حیدر آباد، بمبئی، کلکتہ، بنگلور اور ہندوستان کے کئی دوسرے شہروں سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کے اس کتاب پر طویل اور سیر حاصل تبصروں نے میری بے پناہ ہمّت افزائی کی ہے۔ ان تبصروں میں جن کوتاہیوں اور فروگزاشتوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان کے اعادہ سے گریز کا پورا خیال کیا ہے اپنی زیرِ نظر کتاب "گلشن بے خار" کے ترجمہ میں۔

"ترجمہ نکات الشعراء" کے سلسلے میں اپنے تمام قارئین کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کے لیے ممنون ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ ان کو کتاب پسند آئی اور میری محنت کامیاب ہوئی۔

"ترجمہ نکات الشعراء" کی مقبولیت اور ہندوستان کے فارسی ادب سے لگاؤ نے مجھے پھر آمادہ کیا کہ تذکرہ نویسی کی دوسری سب سے اہم کتاب کے اردو ترجمہ کا بیڑہ اٹھاؤں۔ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کی مایہ ناز تخلیق "گلشن بے خار" بلاشبہ تذکرہ نویسی کی علی الترتیب ایک ــــ اہم دستاویزی کتاب ہے جس میں شیفتہ نے فارسی زبان میں اردو کے اہم شعراء کے احوال و کوائف قلم بند کیے ہیں اور ساتھ میں ان کی شاعری کے نمونے

اور منتخب اشعار بھی۔

جہاں تک مجھے علم ہے "تذکرہ گلشن بے خار" کا اردو ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ "ترجمہ نکات الشعراء" گو کہ ترجمہ کی پہلی باقاعدہ سعی تھی اور اپنی بساط میں پوری کوشش تھی کہ کسی پہلو سے کوئی کمی نہ رہ جائے تاہم کوتاہی انسانی فطرت ہے۔ اس کتاب پر شائع تبصروں سے بھی رہنمائی ملی ہے۔

میں ان احباب کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کام میں میری مدد اور رہنمائی کی۔

رضا لائبریری رام پور سے مجھے "گلشن بے خار" کا نسخہ دستیاب ہوا جس کے لیے محترم وقار احمد صدیقی صاحب (او ایس ڈی) اور جناب اکبر عرشی زادہ کی مرہونِ منت ہوں جنھوں نے بہت مدد کی، ساتھ ہی لائبریری کے اور کارکنوں کا شکریہ ادا کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

جناب انوار رضوی صاحب اور ان کی بیگم محترمہ قمر زہرہ کا شکریہ کن الفاظ میں کروں جنھوں نے ہر قدم پر مدد کی۔ جناب انوار رضوی صاحب نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے نصوص دیکھنے کی زحمت اٹھائی اور اپنی بے پناہ دفتری اور ادبی مصروفیات کے باوجود بہت سا گراں قدر وقت ترجمہ کو اس شکل میں لانے میں صرف کیا۔ اُن کے بیٹے یاسر علی اور اسد علی کا شکریہ کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں جنھوں نے طباعت سے متعلق بہت سے کاموں میں میری مدد کی۔

اپنے شوہر جناب عبدالخالق صاحب کی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اخلاقی مدد کے علاوہ عربی مہارت کی بیش بہا معلومات سے فائدہ پہنچایا۔ مصنف کی عبارت نہ صرف فارسی استعارات سے پُر ہے بلکہ اس میں عربی زبان کی تعبیرات اور ضرب الامثال کی کثرت سے آمیزش ہے جس طرز کے عربی محاورات کا استعمال ہوا ہے وہ بھی خاص کلاسیکی نوعیت کی

ہیں۔ عبدالخالق وزارت خارجہ میں شعبۂ حج کے صدر (او ایس ڈی) ہیں، بے پناہ مصروف رہتے ہیں۔ اپنی سرکاری مصروفیتوں اور ملاقاتیوں کے جھمگٹ سے وقت نکال کر "گلشن بے خار" کی عربی عبارتوں کی عقدہ کشائی ان کے تعاون اور مدد کے بغیر ممکن نہ تھی۔

"گلشن بے خار" کے اردو ترجمہ کا یہ کام بہت پہلے شروع کر دیا گیا تھا مگر کچھ رکاوٹیں تاخیر کا سبب رہی ہیں۔ ان میں سب سے حسین اور دلفریب رکاوٹ اپنے پانچ سالہ ننھے عادل عباس کی مزاحمت تھی جو وہ اپنے لیے توجہ طلب کرنے اور اپنی اٹھکھیلیوں کے لیے اہتمام چاہنے کی شکل میں کرتا رہا ہے۔

میری پھوپھی ارشد زمانی بیگم نے جو ہمت افزائی کی ہے اس کے لیے میں ان کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ خدا ان کے سایہ شفقت ہمیشہ ہمارے سروں پر رکھے۔ والد محترم جناب عظمت اللہ خاں، پھوپھی سلطان جہاں بیگم، بھائی نعمت اللہ خاں، رفعت اللہ خاں اور بہنوں نشاط بی، عفت بی، زبیدہ بی اور تمام اہل خاندان کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ ان کی ہمت افزائی اور میری کاوشوں کو سراہنے سے یہ ترغیب ملی۔

خوشنویس جناب عبدالمنان کی محنت، کاوشوں اور کتاب کو خوشنما شکل منظر عام پر لانے کے لیے ان کی دیدہ ریزی کے لیے جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ یہ دہلی کی خوشنویسی کی عظیم روایتوں کے نمایاں علمبردار ہیں۔

حمیدہ خاتون

سخن ہائے ناگفتنی

ہمارا تعلق ریاست رام پور (یو پی) کے معزز پٹھان خانوادے سے ہے والد کے دادا نواب عبداللہ خاں ریاست میں وزیر مال تھے۔ میرے پردادا حافظ کرامت اللہ خاں گستاخ حسرت موہانی کے زمانے میں نہایت دلیر اور دھاکڑ جیلر گزرے ہیں۔ نانا مرحوم سعید الدین خاں اپنے عہد کے معروف و معزز تحصیلدار تھے۔ سارا خاندان بشمول والدین تعلیم و تربیت کے زیورات سے آراستہ ہے۔ میں نے رام پور میں تعلیم حاصل کی، بعد میں جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی دہلی سے فارسی میں ایم۔ اے کیا، پشتو اور عربی زبانوں میں ڈپلومے حاصل کئے۔ دوران تعلیم یونی ورسٹی کی جانب سے ایران کا سفر کیا شوہر جناب عبدالخالق جو اس وقت وزارت خارجہ میں او ایس ڈی حج ہیں ان کا تقرر ہندوستانی سفارت خانہ تریپولی لیبیا میں بحیثیت سیکنڈ سیکریٹری ہوا۔ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۷ء تک وہاں رہے۔ بعد میں ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۱ء تک ہندوستانی سفارت خانہ کویت میں بحیثیت فرسٹ سیکریٹری رہے عراق کویت کی جنگ میں واپس لوٹے۔ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۱ء تک کے سالوں میں سعودی عرب، برطانیہ، اٹلی، مالٹا، دمشق، ٹیونس ملکوں کے سفر بھی کئے۔

۱۹۹۱ء سے دہلی میں ہیں۔ ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۶ء تک شوہر اور ننھے عادل کے ساتھ تین مرتبہ الحمد للہ سفر حج کی نعمت سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ دیگر مشاغل کے ساتھ آل انڈیا ریڈیو دہلی فارسی اور اردو زبانوں میں اناؤنسر/نیوز ریڈر کی حیثیت سے کام کیا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

گھر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا جاری رکھا۔ پچھلے تین سالوں میں دو کتابوں "تذکرہ نکات الشعراء" میر تقی میر اور "گلشن بےخار" مصطفےٰ خاں شیفتہ، فارسی تذکروں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ساتھ ہی بی۔ ایڈ کا امتحان دیا۔ آگے اور بہت کچھ ادبی کام کرنے کا ارادہ ہے۔ شوہر کا تبادلہ انڈین ہائی کمیشن لندن میں بحیثیت کاؤنسلر ہوگیا ہے۔ سفر کی تیاری ہے۔ حسب دستور پردیس میں بھی ادب پر کام جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

حمیدہ خاتون

نئی دہلی

۲۱ اگست 1996

پیش لفظ

اردو میں تذکرہ نویسی میر تقی میر کی مرہون منت ہے۔ ان ہی سے اس فن کا آغاز ہوا اور ان کے بعد اس فن کو ادب کی ایک مستقل صنف کے طور پر رواج ملا۔ گو کہ تذکرے شعراء کے احوال اور نمونۂ کلام پر مشتمل ہوتے ہیں مگر لگتا ہے کہ آج کے نثری ادب میں خاکہ نگاری بھی اسی تذکرہ نویسی کی ایک فروعی شکل ہے۔

اردو شعراء کے تذکرے ہمارے ادب کی تاریخ کا ایک قیمتی سرمایہ ہیں انھیں نظرانداز کرنا اردو ادب اور تاریخ کے ایک اہم باب سے تجاہل برتنے کے مترادف ہے۔ تذکروں کے تئیں عدم اہتمام اور اس عظیم سرمایہ سے لاپرواہی سے زبان وادب کی ترقی کے زینوں کا سراغ نہ لگ سکے گا اور پھر ماضی، حال اور مستقبل میں بھی کوئی سلسلہ یا رشتہ قائم نہیں رہ پائے گا۔ تذکروں کے توسط سے ادب کی تاریخ اور علمی تحقیق و تنقید کے اہم مراجع و مصادر تک رسائی ہوتی ہے۔ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ سوانح نگاری کا کوئی کام تذکروں کی مدد کے بغیر مشکل ہے۔ ان کی اہمیت کچھ اس طرح ہے کہ ادیب، ناقد، محقق اور مترجم ان کے مطالعے کے بغیر ادبی تحقیق کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے۔ تذکروں کے ذریعہ شاعر اور اس کے ہم عصر ادباء و شعراء اور ان کے احوال و کوائف کے تعلق سے نہایت اہم معلومات کا ایسا سراغ ملتا ہے جو شاید کہیں اور سے حاصل نہ ہوگا۔

تذکروں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس میں تمام معروف و مشہور شعرا کے حالات زندگی اور ان کا کلام ایک جگہ مرتب کیا جائے۔ دوسرے تذکرے وہ ہیں جن میں تمام شعرا کا بہترین کلام تفصیل سے قلم بند کیا جائے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جس میں شاعری کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا جائے جس کا مقصد شاعری اور

شعراء کا زمانی ترتیب کے لحاظ سے مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔ تذکرہ کی ایک نوع اور بھی ہے اس میں شاعری پر مختلف پہلوؤں سے تنقید اور اس کی اصلاح شامل ہے۔

شعرائے اردو کی تذکرہ نگاری کا پہلا دور میر تقی میر سے شروع ہوتا ہے جن کو شاعری کی دنیا میں خود بھی بڑی اہمیت حاصل ہے اور ساتھ ہی تذکرہ نگاری کے فن میں بھی ان کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہے۔ اردو تذکرہ نگاری میں ان کی اولیت اور فوقیت مسلم ہے۔ میر کی تالیف " نکات الشعراء" اردو شعرا کا پہلا تذکرہ ہے۔

تذکرہ نگاری کی تاریخ سے یہ واضح ہے کہ یہ فن فارسی سے اردو میں منتقل ہوا ہے۔ ابتدائی تذکروں میں فارسی کی نہ صرف گہری آمیزش ہے بلکہ میر تقی میر کی تالیف " نکات الشعراء" اس عصر کے اردو کے شاعروں کا تذکرہ ہونے کے باوجود اس وقت کے رواج کے مطابق فارسی زبان میں لکھا گیا۔ یہ یوں بھی کچھ طبیعی امر ہے کہ اس عہد میں شاعری سے قطع نظر علمی زبان فارسی ہی تھی۔ اس امر کا دعویٰ کہ " نکات الشعراء" اردو کے شاعروں کا پہلا تذکرہ ہے میر تقی میر نے خود اپنے پیش لفظ میں کیا ہے اور بعد کی تحقیق کے مطابق ان کا یہ دعویٰ حق بجانب قرار دیا گیا ہے گو کہ یہ وہی زمانہ ہے جب " مخزن نکات " مؤلف شیخ قیام الدین قائم چاندپوری، " تذکرہ ریختہ گویان" مولف سید فتح علی حسن گردیزی اور " گلشن گفتار" مولف حمید اورنگ آبادی بھی لکھے جا رہے تھے مگر سب سے پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا " تذکرہ نکات الشعرا" ہی ہے۔ یہ بھی تسلیم شدہ ہے کہ " نکات الشعراء" لکھتے وقت میر صاحب کے سامنے کوئی اور نمونہ نہیں تھا البتہ فارسی شعرا کے تذکرے وجود میں آچکے تھے۔ میر صاحب کا اردو دنیا پر یہ احسان ہے کہ انھوں نے اپنی اختراعی طبیعت سے " نکات الشعراء" کا بیش بہا تحفہ عنایت کیا اور اردو زبان و ادب کو علم پروری کے ایک نئے اسلوب سے آشنا کیا۔ حالانکہ رواج کے مطابق اس کی عبارت

فارسی میں ہے اور شعرا کے اشعار اردو میں ہیں:۔

شعرائے اردو کے چند معروف تذکرے :۔

۱۔ نکات الشعراء	میر تقی میر
۲۔ گلشن گفتار	حمید اورنگ آبادی
۳۔ گلشن راز یا تذکرہ ریختہ گویان	سید فتح علی گردیزی
۴۔ مخزن نکات	شیخ قیام الدین قائم چاندپوری
۵۔ گلشن ہند	علی لطف
۶۔ مجموعۂ نغز	قدرت اللہ قادری المتخلص بہ قاسم
۷۔ گلشن بے خار	نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ
۸۔ عیار الشعراء	خوب چند ذکا
۹۔ عمدۂ منتخبہ اعظم الدولہ	میر محمد خان
۱۰۔ گلستان بے خزاں	قطب الدین باطن
۱۱۔ آب حیات مولانا محمد حسین آزاد	۱۲۔ گلزار ابراہیم" ابراہیم خاں
۱۳۔ طبقات الشعرائے ہندی	مولوی کریم الدین پانی پتی
۱۴۔ گلدستۂ نازنیاں (گلدستہ)	ایضاً
۱۵۔ "سخن الشعراء" نساخ	۱۶۔ "گلستانِ سخن"

اردو تذکرہ نگاری اپنی ابتدائی منزلوں میں فارسی تذکرہ نویسی کے خطوط پر گامزن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اردو شعرا کے تذکرے مرتب ہونے کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کی زبان نہ صرف فارسی رہی بلکہ فارسی تصنیف کے عام اصولوں کی بھی نقل کی گئی جو کافی حد تک کامیاب رہی۔ پھر رفتہ رفتہ ہندوستان میں فارسی اور اردو کے درمیان ایک دوسرے پر فوقیت اور غلبہ پانے کی دوڑ شروع ہو گئی اور ایک وقت ایسا آیا کہ فارسی پیچھے رہ گئی اور اردو نے فوقیت حاصل کر لی اور شاعری کے شانہ بہ شانہ تصنیف و تالیف کی زبان بن گئی۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ

اردو تذکرہ نگاری کافی دیر سے شروع ہوئی۔ جس طرح "نکات الشعرا" (میر تقی میر) فارسی کا پہلا تذکرہ ہے اسی طرح لطف کے "تذکرہ گلشن ہند" کو اردو زبان میں لکھا گیا پہلا تذکرہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

"تذکرہ گلشن ہند" ۱۶ - ۱۲۱۵ ہجری میں "گلزار ابراہیم" سے ترجمہ اور ترمیم ہو کر مرتب ہوا۔ یہ تقریباً دو سو برس پہلے کی سادہ، سلیس اردو نثر کا ایک مستند شاہکار ہے۔ حالانکہ اس وقت بھی فارسی کی چھاپ لوگوں کے دلوں پر بڑی مضبوطی سے لگی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ۱۹ ویں صدی کے آخر تک علم و ادب کی زبان فارسی ہی سمجھی جاتی رہی اور اسی باعث تمام اہل علم و ادب نے فارسی زبان کو ہی اختیار کیا تھا اور اسی کو تذکرہ نویسی کی زبان بنا دیا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ تذکروں میں شاعروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مثال کے طور پر "تذکرہ نکات الشعرا" میں میر تقی میر نے محض ایک سو چار شعرا کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد گردیزی، قائم وغیرہ کے تذکروں میں شعرا کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ خوب چند ذکا کا "تذکرہ عیار الشعرا" پندرہ سو شاعروں پر مشتمل ہے اس کے بعد ایک اور تذکرہ قلم بند ہوا جو واجد علی شاہ سے منسوب ہے اس میں شعرا کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے جس میں فارسی شعرا بھی شامل ہیں۔

اوائل کی تذکرہ نویسی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مصنف اختصار سے کام لیتے ہوئے اپنا مقصد کم سے کم الفاظ میں بیان کرتا تھا لیکن اس میں ایک قباحت یہ تھی کہ جن کا ذکر نہ ہو وہ ناراض ہو کر ہجویں لکھنا شروع کر دیتے تھے۔ شاعری کی روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت اور شعرا کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باعث اس بات کی اور ضرورت محسوس ہونے لگی کہ تذکروں میں زیادہ سے زیادہ شاعروں کو شامل کیا جائے۔ اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے خوب چند ذکا نے اپنا تذکرہ "عیار الشعرا" تصنیف کرنے میں کم و بیش ۳۹ سال لگائے

انھوں نے اپنا کام ۱۲۰۸ ہجری میں شروع کیا اور ۱۲۴۷ ہجری میں مکمل کیا اور اس درمیان شعرا کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا ہی رہا۔ اس تذکرے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کسی ایک شاعر کو بھی تنقید کا نشانہ نہیں بنایا گیا لہٰذا بعد میں اس تذکرے کو بنیاد بنا کر دوسرے تذکرے لکھے گئے۔

قدیم تذکرہ نگاری میں ایک کمی یہ تھی کہ اس میں مصنفین واقعات کے سلسلے میں تاریخ درج نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے شعرا، و مصنفین کے حالات و واقعات زندگی کی تصدیق نہیں ہو پاتی تھی یا ان میں زمانی بعد پیدا ہو جاتا تھا۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر و بیشتر مصنفین کسی خاص شخص سے دوستی اور جانب داری کے باعث انصاف کا دامن چھوڑ دیا کرتے تھے۔ بعد میں تذکرہ نگاری میں یہ تبدیلی آئی کہ مصنفین تاریخیں بھی درج کرنے کی کوششیں کرنے لگے اور اس میں ایک ترقی یہ بھی ہوئی کہ تعریف کے ساتھ تنقید بھی لکھی جانے لگی اور تصنیف کو ادبی رنگ دیئے جانے کی جانب رجحان بڑھا۔ تذکرے کے ساتھ ساتھ بیاض نویسی میں بہت ترقی ہوئی جو اشخاص اچھا نہیں لکھ پاتے تھے لیکن شاعری کا شوق رکھتے تھے انھوں نے اپنے ذوق کے لیے بیاضیں مرتب کیں۔ اور ذاتی دل چسپی کے مطابق شاعروں کے نام اور ان کے مختصر حالات جمع کر دیئے۔

تذکرہ نگاری ایک پیچیدہ اور نازک صنف ہے۔ اس میں پیش آنے والی ذمہ داریوں اور مشکلات کو حل کرنا آسان کام نہیں ہے اور نہ ہی ہر ایک کے بس کی بات ہے چند لوگ ہی اس مشکل کام میں کامیاب ہو پاتے ہیں۔ تذکرہ تکمیل ہو جانے کے بعد نقاد اور قاری اس میں مختلف نکات تلاش کرتے ہیں کہ آیا یہ جامع اور مفصل ہے؟ کیا تاریخی تسلسل ہے؟ جن شعرا کا ذکر ہے ان پر تنقید کیوں نہیں ہے؟ اگر تعریف ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بہر حال مزاج کے مطابق نکتہ چینی جاری رہتی ہے۔

مشہور و معروف تذکرہ نگاروں نے بڑی حد تک اپنی کوششیں برقرار رکھی ہیں کہ اپنے بزرگوں اور معاصرین کے کمزور پہلوؤں کو ہرگز بیان نہ کریں جیسا کہ فارسی کا مشہور قول ہے "خطائے بزرگان گرفتن خطا است" (یعنی بزرگوں کی غلطیاں پکڑنا خود ایک غلطی ہے) اس لیے قدیم سوانح نگار ہمیشہ ایسی باتوں سے گریز کرتے رہے ہیں بلکہ انھوں نے دوسروں کی شرافت، وضع داری، خوش اخلاقی، اچھے کردار اور اوصاف حمیدہ کو خاص طور سے اہمیت دے کر پیش کیا ہے۔

"تذکرہ گلشن بے خار" کے مصنف کا نام مصطفےٰ خاں اور تخلص شیفتہ تھا حج بیت اللہ سے شرف اندوز ہوئے اس لیے حاجی بھی کہلائے مرحوم جہانگیر آباد کے جاگیردار اور دہلی کے رئیس تھے۔ ان کے دادا کوہاٹ سے منتقل ہو کر دہلی میں بس گئے تھے۔ شیفتہ کے والد نواب مرتضےٰ خاں کی لارڈ لیک سے بہت اچھی دوستی تھی انھوں نے اس کی رفاقت میں بہت نمایاں کام کیے تھے اور ان کارناموں کے صلہ میں ان کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہڈول پلول کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا تھا۔ بعد میں یہ علاقہ ان کے خاندان کے پاس سے نکل گیا۔ جہانگیر آباد کا علاقہ انھوں نے میرٹھ میں خریدا تھا میرٹھ چھاؤنی میں انھوں نے ایک وسیع و عریض کوٹھی "مصطفےٰ کاسل" کے نام سے بنائی تھی وہ آج تک ان کے وارثوں کی ملکیت اور تصرف میں ہے۔

مصطفےٰ خاں سن ۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۲۱ ہجری دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ ان کو بچپن سے ہی شعر و ادب میں بہت دلچسپی تھی "گلشن بے خار" میں انھوں نے اپنے ذکر میں خود لکھا ہے کہ "مجھے لڑکپن سے ہی شاعری کا شوق اور اس سے وابستگی رہی ہے۔" اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں خداداد صلاحیت رکھتے تھے۔ عربی کے عالم اور فارسی کے جید عالم تھے۔ فارسی میں حسرتی تخلص کرتے اور مرزا غالب سے مشورہ سخن کرتے۔ مومن خاں

مومن شیفتہ کے استاد تھے اردو میں انھیں سے اپنے کلام پر اصلاح لیتے۔ مرزا غالب شیفتہ کے ہم عصر تھے اور مومن خاں کے انتقال کے بعد غالب سے ہی شیفتہ اپنے اردو اشعار کی بھی تصحیح کراتے۔ مرزا غالب گو کہ انانیت پسند شاعر تھے اور شیفتہ کے استاد بھی تھے مگر وہ ان کی سخن فہمی کا لوہا مانتے تھے اور جن اشعار کی شیفتہ تحسین کرتے وہ ان اشعار کو اپنے بہت اچھے اشعار شمار کرتے تھے۔ غالب شیفتہ کی علمیت اور سخن شناسی کے بڑے مداح اور قدر دان تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ؎

غالب ز حسرتی چہ سرائی کہ در غزل
چوں او تلاش معنی و مضموں نہ کردہ کس

مومن خاں شیفتہ کے محترم استاد اور وہ مومن خاں کے شاگرد رشید تھے ایک جگہ اپنے استاد کے تئیں لکھتے ہیں:۔

"کر جو کچھ اس خم خانہ میں میرے حصہ میں آیا ہے وہ سب
اس مے خانۂ شعر و سخن کے ساقی مومن خاں کا ہی فیض ہے
جو میرے کاسہ میں بہ عنایت ڈالتا رہا ہے۔"

نواب مصطفےٰ خاں اپنے عہد کے ایک نہایت باشعور ادیب اور شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا گھر علمی اور ادبی محفلوں کا مرکز تھا۔ اولاً رہائش دہلی میں تھی بعدہٗ میرٹھ شہر، نزد دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ نواب کا خطاب اپنے والد سے ورثہ میں پایا۔ لیکن خود کو بہت عاجزی اور انکساری سے پیش کرتے بہت خوش ذوق اور ادب نواز تھے۔ جب بھی خود کا ذکر کرتے ہمیشہ ہیچمداں، احقر، آثم جیسے لفظوں سے کرتے۔ مثلاً ایک جگہ اپنا ذکر اس طرح کیا ہے "شیفتہ تخلص راقم آثم است۔ از کم وزینہار نمی خواست کہ بزمرہ موزوناں بشمار آید۔۔۔ خاندانی رئیس ہونے کے باوجود بہت غریب پرور تھے۔ ان کے یہاں

---

۵ گلشن بے خار ص ۱۵۵

اہل علم وادب اور اہل ذوق کی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ ان کی ایک ذاتی بڑی لائبریری تھی۔ خواجہ الطاف حسین حالی مرزا غالب کی سفارش پر شیفتہ کے کے یہاں ان کے بیٹے نقش بند خاں کی اتالیقی پر ملازم ہوئے، ساتھ ہی لائبریری کی ترتیب اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔

شیفتہ کا دور وہ سنہری دور تھا جب غالب، مومن، ذوق، نصیر، مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا امام بخش صہبائی اور نواب ضیاؤ الدین خان نیّر رخشان وغیرہ کا نام ادب اور شاعری کے افق پر جگمگا رہا تھا اور شیفتہ نے ان سب حضرات کی بہترین صحبتیں اٹھائیں اور مرزا غالب کے ساتھ اتحاد عمل کی بنیاد رکھی۔ اردو شاعری میں جو عامیانہ پن داخل ہو گیا تھا اس کو روکنے اور کلام میں متانت اور سنجیدگی پیدا کرنے کا آغاز کیا۔ شیفتہ کے ان اشعار سے یہ ثابت ہوتا ہے:۔

شیفتہ کیسے ہی معنی ہوں مگر نامقبول — اگر اسلوب عبارت میں متانت کم ہو

وہ طرز فکر ہم کو خوش آتی ہے شیفتہ — معنی شگفتہ لفظ خوش انداز ہو

شیفتہ نہایت درجہ شائستہ اور انصاف پسند انسان تھے۔ معاصرین کا ذکر عموماً محبت اور ادب سے کرتے مگر شاعری کی تحسین میں محتاط رہتے۔ اشعار کا انتخاب بھی بہت چنیدہ ہے۔ بہتوں کے دو یا تین یا ایک شعر پر بس کی ہے شخصی طور پر کسی کی اہانت نہیں کرتے بلکہ خود کے لیے ہیچمداں، فقیر، احقر، آثم الفاظ کا جا بجا استعمال کیا ہے۔ ان کے علم و فضل اور پاکیزہ ذوق سخن کی وجہ سے ہر ایک ان کو عزت اور احترام سے دیکھتا تھا۔ "گلشن بے خار" میں شیفتہ نے اپنے ۱۴۵ اشعار درج کیے ہیں۔ دیگر تذکرہ نگاروں نے ان کا تذکرہ تعریف کے ساتھ کیا ہے اور نمونہ کے اشعار درج کیے ہیں۔ ان کے یہ دو شعر عوام و خواص میں ضرب المثل کی صورت حاصل کر چکے ہیں:۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ — ایک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اتنی نہ بڑھا پاکئی داماں کی حکایت — دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اردو شاعروں کے تذکروں میں "گلشن بے خار" ایک منفرد دستاویزی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف حاجی نواب مصطفےٰ خاں المتخلص بہ شیفتہ ہیں جن کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا، ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر اور اپنے عہد کے سب سے بڑے سخن فہم تھے۔ شیفتہ نے "گلشن بے خار" دو سال کی مدت میں تکمیل کیا۔ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۱۸۳۲ عیسوی میں شعرائے اردو کا تذکرہ لکھنا شروع کیا اور ۱۲۵ ہجری مطابق ۱۸۳۵ عیسوی میں اس کو مکمل کر لیا۔ اس وقت ان کی عمر بقول خود ان کے چھبیس سال تھی۔ اس تذکرے کو لکھنے کا مقصد محض عمدہ اشعار جمع کرنا نہیں تھا بلکہ شعرا کے حالات اور ان کے کلام پر تبصرہ کرنا بھی مقصود تھا۔ انھوں نے اپنے ملک کے شعرا اور ان کے کلام کے نمونے ایک جگہ مرتب کیے جس کا عنوان "گلشن بے خار" رکھا۔ مسودہ تیار ہونے کے دو سال بعد یعنی ۱۸۳۷ء میں پہلی مرتبہ مطبع لیتھوگرافک دہلی، اردو اخبار آفس میں مولوی محمد باقر کے زیر اہتمام چھپ کر شائع ہوا۔ دوسری مرتبہ شیفتہ کی زندگی میں ہی ۱۸۴۳ء میں دہلی کے اردو اخبار پریس سے طبع و شائع ہوئی۔ یہ کتاب تیسری مرتبہ سن ۱۸۷۴ عیسوی میں لکھنؤ سے منشی نولکشور کے زیر نگرانی شائع ہوئی۔ ۱۸۶۹ عیسوی میں شیفتہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ بظاہر نول کشور نے طباعت ثانی کا چربہ شائع کیا ہوگا۔ اسی نسخہ نول کشور کو یوپی اردو اکیڈمی لکھنؤ نے ۱۹۸۲ عیسوی میں عکسی طباعت کے ذریعہ جوں کا توں دوبارہ شائع کیا ہے لیکن اس میں آخری دو صفحات غائب ہیں۔

"گلشن بے خار" کا ایک مکمل نسخہ پہلی طباعت یعنی ۱۸۳۷ عیسوی کا

رضا لائبریری رام پور (یو.پی) میں موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر راقم نے اپنا کام شروع کیا۔ نسخہ نول کشور کی ایک کاپی بھی رضا لائبریری میں ہے جس پر مرحوم امتیاز علی خاں عرشی سابق ناظم لائبریری کے قلم سے لکھا ہے "یہ کاپی متعدد مقامات سے ناقص ہے۔" کتاب دیکھنے پر علم ہوا کہ صفحہ تین سے شروع ہے۔ درمیان میں صفحہ ۱۷۷ سے ۱۸۴ تک اوراق غائب ہیں اس کی جگہ سادہ کاغذ لگائے گئے ہیں۔ آخری صفحہ ۲۷۲ (دو سو بہتّر) تک ہے۔ ماہ اگست ۱۹۱۰ عیسوی مطابق ۱۳۲۸ ہجری کی چھپی ہوئی ہے

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اردو اکیڈمی لکھنؤ نے جو کتاب جوں کی توں چھاپی ہے وہ کس نسخے کی چھاپ ہے۔ کتاب دو سو ستّرویں صفحہ پر ختم ہوتی ہے اور تسلسل کا لفظ اختتام پر موجود ہے۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے آگے اور ہونا چاہیئے چونکہ آخری لفظ ہر صفحہ پر حاشیہ میں ہوتا ہے جس کا مقصد ہے کہ سلسلہ جاری ہے۔[۵]

دونوں نسخوں کے موازنے سے (یعنی اردو اکیڈمی لکھنؤ اور نسخہ رضا لائبریری رام پور) یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ لکھنؤ والے نسخہ میں پہلی طباعت کی نسبت پانچ شاعر بھی کم ہیں۔

			کل شعرا کی تعداد
گلشن بے خار	نسخہ رضا لائبریری رام پور	کل ص ۲۸۳	۶۷۷
گلشن بے خار	نسخہ نولکشور اردو اکیڈمی لکھنؤ	کل ص ۲۷۲	۶۷۲

نسخہ نول کشور میں جو پانچ شاعر نہیں ہیں وہ ہیں: نعمی، نعیم، نکہت، نعمت اور نوا۔ اس کے ساتھ ہی چند شعرا کے نام بھی اوپر نیچے ہوئے ہیں۔ کئی جگہ تخلص میں بھی فرق ہے۔ مثال کے طور پر نسخہ رام پور میں غربت ہے تو لکھنؤ والے نسخہ میں غریب ہے۔ اسی نسخہ میں شروع میں شعرا کے ناموں کی فہرست

---

۵ گلشن بے خار نسخہ نول کشور ص ۲۷۰ کی آخری سطر

ہے۔ دیگر املا کی بھی کافی غلطیاں ہیں۔ ایک جگہ تو اشعار ہی بالکل مختلف ہیں

مثال کے طور پر: شاعر نظام صفحہ ۲۳۲

نسخہ نول کشور لکھنؤ	نسخہ رضا لائبریری رام پور
شعر: اعجاز لب اس کا دم عیسیٰ سے کم نہیں وہ پنجہ سیمیں ید بیضا سے کم نہیں	۱۔ زلف کا کھولنا بہانا تھا مدعا ہم نے منہ چھپانا تھا
۲۔ معدوم کو کیوں کر کوئی ثابت کرے دانا مضموں کمر یار کا عنقا سے کم نہیں	۲۔ چھپایا مانگ میں دل اب میں اسے ڈھونڈوں کدھر کہ آدھی رات ادھر ہے اور آدھی رات ادھر

۱۔ اس طرح نسخہ نول کشور کے اشعار مختلف ہو جاتے ہیں اور یہیں سے پانچ شاعر غائب ہیں۔

۲۔ نون کے سلسلہ کے نیاز آخری شاعر ہیں۔ اس کے بعد حرف واؤ کا سلسلہ واصف سے شروع ہے۔ پھر واصل، وجیہہ، وحشت، وحشت، واقف، وآر، وآلہ، وحشت۔

رام پور نسخہ میں یوں ہے:۔

واقف، وآر، وآلہ، واصف، واصل، وجیہہ، وحشت، وحشت، وحشت پھر وحدت۔

نسخہ نول کشور میں وحشت شاعر کے اشعار ۴۴ درج کیے ہیں جب کہ رام پور نسخہ میں ۳۶ اشعار دیئے ہیں۔

"گلشن بے خار" (نسخہ رضا لائبریری رام پور) کے آغاز میں فہرست شعرا ہے پہلا شاعر آبرو ہے اور آخری میر یوسف علی۔ نام حروف تہجی سے لکھے ہیں۔ نصف صفحہ کا خاتمہ ہے۔ آخری چند صفحوں میں شیخ غلام ضامن کرم، مومن خاں مومن، غالب، مولانا صدرالدین خاں آزردہ اور مولوی امام بخش صہبائی نے تقریظیں لکھی ہیں۔

"گلشن بے خار" میں انشا پردازی غضب کی ہے مگر معقول پسندی کا دامن

نہیں چھوٹا ہے۔ گو کہ ۱۹ ویں صدی تک فارسی ہی ہندوستان میں علمی زبان تھی اردو نثر ابھی طفولیت کے عہد میں تھی لیکن اردو میں شاعری اپنے عروج پر تھی مگر تنقید با قاعدہ طور پر شروع نہیں ہوئی تھی۔ شیفتہ نے تنقید کا ایک نیا باب کھولا۔ ان کی کتاب "گلشن بے خار" میں تنقید نگاری کے اولین نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔

میر صاحب نے "نکات الشعرا" میں جو تنقیدی اشارے کیے تھے ان پر بہت لے دے ہو چکی تھی مگر شیفتہ نے اس کے باوجود اپنی تصنیف میں اپنی تنقیدی آرا کا اظہار کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ تذکروں کی عام روش سے ہٹ کر نہ صرف عمل کیا بلکہ اس میں چار چاند لگائے اور اردو میں تنقید نگاری کے لیے راستہ ہموار کیا۔ "گلشن بے خار" آج بھی ہمارے لیے ایک قیمتی دستاویزی حیثیت رکھتا ہے جو اردو کی ادبی تاریخ کا اہم سرمایہ ہے۔

زمانے کا دستور ہے جہاں مداح ہوتے ہیں وہاں کچھ لوگ مذمت کرنے والے بھی میدان میں آجاتے ہیں اور یہی ہوا۔ "گلشن بے خار" کی ضد پر میر قطب الدین باطن نے "تذکرہ گلستان بے خزاں" (معروف بہ نغمہ عندلیب) مرتب کیا۔ اس میں "گلشن بے خار" کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی۔ باطن کا یہ خیال تھا کہ شیفتہ نے شاعروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے خاص طور سے نظیر اکبر آبادی کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کیا۔ دراصل شیفتہ نے نظیر اکبر آبادی کے لیے لکھا تھا کہ "اشعار بسیار دارد کہ زبان سوقین جاریست[۵]" اس جملے سے کچھ لوگوں کو سخت ناگواری ہوئی تھی اور اسی ناگواری کے تحت "گلستان بے خزاں" مرتب ہوئی۔ بقول باطن کے:

"شیفتہ صاحب نے صرف ۱۴۵ شعر تحریر فرمائے ہیں
اور اپنے اشعار پر اپنے ہی استاد مومن خاں مومن سے اصلاح

۵ "گلشن بے خار" ص ۳۴۲

لی مگر ان کا کوئی دیوان دیکھنے میں نہیں آیا اور شاہ جہاں آباد کے لوگوں کو دیوان
تو کیا ان گنے چنے ۱۴۵ اشعار کے سوا اور کوئی شعر سننے میں نہیں آیا[۶]"

میر تقی میر کے "نکات الشعرا" کے بعد متعدد تذکرے لکھے گئے لیکن ان میں سے کسی کی حیثیت جوابی معروض سے زیادہ نہیں ہو پائی۔ "نکات الشعرا" کی طرح "گلشن بے خار" نے بھی بعض کو تذکرہ نگاری کی تحریک دی اور جوابی معروض ظہور میں آئے اور "گلشن بے خار" کا اعتبار قائم رہا۔ یہ تذکرہ جو فارسی زبان میں ہے اپنے وقت کے تمام تذکروں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس قسم کی جتنی کتابیں ہیں ان سب میں یہ سب سے زیادہ صحیح ہے[۷]۔

اردو میں تذکرہ نگاری کی روایت خاصی پرانی ہے لیکن آج کے دور میں تاریخ نگاری کا ذوق عام ہے اور ادبی تاریخ کا خام مواد اس سے حاصل ہوتا ہے تذکرہ خاص ہوتا ہے اور تاریخ عام ہوتی ہے یعنی وہ تذکروں پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ اگر تذکرے کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک قسم کی تاریخ ہے بشرطیکہ اس میں ہر شخص کا زمانہ اور تاریخ کا حوالہ دیا گیا ہو۔ تاریخ وہ ہوتی ہے جس میں زمانے کے واقعات سے بحث ہو۔ آج کے دور میں بھی تذکروں کی خاصی اہمیت ہے یہ ہماری ادبی تاریخ کا بے لاگ سرمایہ ہوتے ہیں۔ قدیم معاشرت اور تہذیب کی یادگاریں اپنے آپ میں سموئے ہوئے ہوتے ہیں جن کو کسی طرح سے بھی نظر انداز کرنا ادبی تاریخ کو فراموش کرنا ہوگا۔ "گلشن بے خار" بھی ایک ایسا تذکرہ ہے جس نے تذکرہ نگاری کے ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے یہ پہلا تذکرہ ہے جس میں شاعروں اور سخن شناسوں کے کلام پر منصفانہ اور متوازن انداز میں اظہار خیال ہوا ہے اور ان کے اشعار کا انتخاب مذاق سلیم کی بنیاد پر ہوا ہے۔ شیفتہ نے جن شعرا کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے اس کو آج

۶ "گلستان بے خزاں" باطن ص ۱۳۲   ۷ اقتباس از خطبات گارساں دتاسی، پانچواں خطبہ۔ صفحہ ۹۲۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۳۵ء

بھی قطعی مانا جاتا ہے کہ ان میں تنقیدی عنصر کم ہے۔ اکابر شعرا کے متعلق ان کی آرا قابل وقعت ہیں شیفتہ نے ذاتی اختلافات کو اثر انداز ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔ ان کی تحریر انشا پردازی اور مقفیٰ و مسجع عبارتوں سے آراستہ و پیراستہ ہے لیکن تہذیب اور معقولیت پسندی سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے۔ تذکرہ فارسی میں ہے ساتھ ہی عربی جملوں اور امثال کا بھی کافی استعمال ہے جس سے ان کی عبارت میں گہرائی اور بیک وقت کئی زبانوں میں مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

اردو کے قدیم تذکروں میں "گلشن بے خار" کو سب سے ممتاز سمجھا گیا ہے اس کے بعد اور دوسرے تذکروں کا نمبر آتا ہے جیسے "سخن الشعرا"، "نساخ"، "گلستان سخن" اور "تذکرہ شعرائے دکن" وغیرہ۔ سب سے زیادہ اہم نکتہ "گلشن بے خار" کا یہ ہے کہ یہ معتدلانہ تحریر ہے۔ مصنف نے دوست تو کیا دشمنوں اور مخالفوں کے متعلق بھی کوئی تمسخر آمیز بات نہیں لکھی اور انصاف پسندی اور سچائی سے ہرگز منہ نہیں موڑا اور اعتدال برقرار رکھا۔ تحریر منصفانہ اور تحقیقی ہے۔ ایک عام بات شیفتہ کے بارے میں یہ کہی جاتی ہے کہ انھوں نے تذکرہ نگاری کی پرانی روش سے ہٹ کر نہ صرف شاعروں کا منتخب کلام جمع کیا بلکہ اُن پر اپنی ناقدانہ رائیں بھی دیں۔ دیکھا جائے تو اس سے فائدہ ہی ہوا۔ ایک یہ کہ شاعر کے تعین مقام کی جہت ملتی ہے دوسرے ۱۹ ویں صدی عیسوی کے وسط تک کے ادبی اور شعری ماحول کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ تنقید سے قطع نظر شیفتہ ایک باشعور تذکرہ نگار ہیں۔ وہ اور ان کے ہم عصر اردو دنیا میں وہ لطیف فضا پیدا کر گئے جو اپنی جگہ تاریخی مقام رکھتی ہے۔ اپنی تصنیف میں انھوں نے اپنے دور کے ہر مذہب کے شاعروں کا ذکر کیا ہے اس میں ہندو بھی ہیں اور عیسائی بھی۔ اُس وقت کے پانچ عیسائی شاعروں کا تذکرہ اور نمونہ کلام دیا ہے اور تہتّر ہندو شعرا ہیں جن کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا۔ کسی قسم کا تعصّب یا

فرق نہیں کیا صرف ایک شاعر کو "دجال" کہا ہے۔ شیفتہ کے دور میں خواتین سخن گو زیادہ معروف نہیں تھیں انھوں نے محض چھ شاعرات کا ذکر کیا ہے۔

شیفتہ نے جملوں کی تکرار سے گریز کیا ہے۔ ہر مرتبہ نیا انداز بیان ہے۔ ایک بات کو مختلف انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً وفات پانے کو انھوں نے ستّر طریقوں سے بیان کیا ہے۔ چند مثالیں بطور نمونہ پیش ہیں:۔

فوت شد، چند سال است فوت کردہ است، ازین جہان گذران راگذاشت، عرش بہ انجام رسید، عرش بسر آمد، عرش با تمام رسید، روح پاکش جسد عنصری را خیر باد گفت، از جہان گذران درگذشت، بہ عالم آخرت رفت، وفاتش را سالی چند آمدہ، از این خاکدان بہ بہشت جاودان نقل کرد، ذورق حیاتش طوفانی شد، وغیرہ وغیرہ۔

شیفتہ نے جن شعرا کا ذکر کیا ہے وہ قدما سے لے کر ان کے معاصرین تک ہیں۔ دکن کے رہنے والے قدیم شاعر بھی ہیں اور ۱۹ ویں صدی کے وسط تک کے شعرا بھی ہیں۔ دو سو سالہ تاریخ کو بہت ہی جامع اور اختصار سے اپنے تذکرہ میں پیوست کیا ہے گو کہ شعرا کے حالات زیادہ مفصل نہیں ہیں تاہم نہایت قابل اعتبار اور جامع ہیں۔ اس تذکرے کے ذریعہ کچھ ایسی باتیں بھی منظر عام پر آئی ہیں جو کسی اور ذریعہ سے شاید دستیاب نہ ہو پاتیں جیسے صاحب جی اور امتہ الفاطمہ کے عشق کی داستان، یا مصنف کی پسندیدہ خاتون نزاکت جس کا ذکر انھوں نے بڑی پسندیدگی سے کیا ہے۔ عبارت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محترمہ شیفتہ کو بہت پسند رہی ہوں گی۔ بظاہر شیفتہ اس خاتون شاعرہ سے بہت متاثر ہیں اس سے بے حد تعلق خاطر رکھتے ہیں اس کے حسن و جمال کی تعریف دل سے کی ہے لیکن اس کی شاعری پر صرف ایک جملہ لکھا ہے "کبھی کبھی فکر سخن کرتی ہے اور دلکش اشعار نظم کرتی ہے"[1]۔ محترمہ کا بیان طویل

ے "گلشن بے خار" ص ۳۱۹

کیا ہے مگر سارا بیان اس کی جسمانی خوب صورتی اور طور طریق کی خوبیوں کا ہے اس سے شیفتہ کی انصاف پسندی اور متانت کا علم ہوتا ہے۔ انتہائے پسندیدگی کے باوجود انھوں نے شعر کی بے جا تعریف نہیں کی۔

شیفتہ جیسے اعلیٰ درجے کے شاعر تھے ویسے ہی نقّاد اور سخن فہم بھی تھے انھیں ادیب اور شاعر تو کہا ہی جاتا ہے "ادیب ساز" کہنا بھی بے جا نہ ہوگا۔

شیفتہ کی تصانیف :-

۱۔ دیوان اردو ۲۔ دیوان فارسی

۳۔ مجموعہ کلام نثر و خطوط فارسی ۴۔ سفر نامہ حجاز

۵۔ "سفر نامہ ترغیب السالک الی احسن المسالک" جس کا فارسی نام "رہ آورد" ہے۔ سب سے معروف شاہکار "گلشن بے خار" یعنی اردو شاعروں کا تذکرہ فارسی زبان میں ہے۔

کتاب کے آخر میں تقریظیں ہیں جو علی الترتیب نواب فخر الدین خاں خرؔد، مومن خاں مؔومن، مولانا صدر الدین خاں آزرؔدہ، اسد اللہ خاں غالؔب اور عبد اللہ خاں علوی کی ہیں۔ یہ تقریظیں فارسی انشا پردازی کے نمونے ہیں۔ درحقیقت ان میں مغز کچھ زیادہ نہیں ہے بیشتر مصطفیٰ خاں شیفؔتہ اور ان کی نثر کی تعریف و تحسین پر مشتمل ہیں۔ نمونے کے طور پر نواب فخر الدین خاں خرؔد، مومن خاں مؔومن اور مولانا صدر الدین خاں آزرؔدہ کی تقریظوں کا ترجمہ کر دیا گیا ہے بقیہ چھوڑ دی گئی ہیں۔ ترجمہ میں انشا پردازی کا اسلوب برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ مبالغہ آمیز مقفّیٰ اور مسجّع انشا کا ترجمہ کس درجہ حوصلہ فرسا ہوتا ہے۔

"گلشن بے خار" میں شعرا کا کلام اپنے زمانے کے ہجا اور اسلوب میں دیا گیا ہے۔ جدید قاری کی سہولت کے پیش نظر اس تمام کو حتی الامکان نئے اسلوب کی ہجا اور شکل میں بدل دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے میں قباحت نہ ہو

چند مثالیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں مگر یہ فہرست مکمل نہیں ہے :

قدیم	جدید
ایک	اک
مونہہ	منہ
ہمنی	ہم نے
دولہن	دلہن
ایدہر	اِدھر
اودہر	اُدھر
اندنونمیں	ان دنوں میں
الہٰے	الٰہی
بتھر	پتھر
نلی	نہ لے
بگھولی	بگولے
نگہت	نکہت
لاوبالی	لااُبالی
رولا	رُلا

امید کی جاتی ہے کہ "گلشن بے خار" جو ابھی تک محض فارسی دانوں کے مطالعے میں تھا، اس ترجمہ سے عام ہو جائے گا اور طلبا و عام شوقین قارئین میں اس کی پذیرائی ہوگی۔

حمیدہ خاتون

نئی دہلی

جون ۱۹۹۶ء

اُن شعراء کے ناموں کی فہرست
جو گلشنِ بے خار میں نغمہ سرا ہیں

حرف الالف

آبرو شاہ مبارک
آتش خواجہ حیدر علی
آرزو سراج الدین علی خاں
آرام خیر اللہ خاں
آرام رائے پریم ناتھ
آرام مکھن لعل
آزردہ مولانا محمد صدر الدین علی خاں بہادر
آزاد شیخ امیر الدین
آزاد میر فقیر اللہ
آزاد رام سنگھ
آشوب میر امداد علی
آشفتہ بھولے خاں
آشفتہ مرزا رضا قلی
آشفتہ سید منور علی
آصف نواب آصف الدولہ بہادر
آفتاب حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ
آفرین شیخ قلندر بخش
آفاق میر فرید الدین
آگاہ میر حسن علی
آگاہ نور خاں
اثل میر عبد الجلیل
اثر حسین علی خاں
اثر سید محمد میر
احسان اسم بامسمیٰ
احسان حافظ عبد الرحمان خاں
احسن اسم بامسمیٰ
احسن مرزا احسن علی
احسن احسن اللہ خاں
احمد حافظ غلام احمد
احمد احمد بیگ
احقر مرزا جواد علی
اختر لا اعلم
اختر میر اکبر علی
ارمان لا اعلم
اسعد مرزا اسعد بخت
اسد میر امانی
اسلام شیخ الاسلام
اسیر ملتزاز
اسفان اسم بامسمیٰ
اشرف محمد اشرف
اصغر سید امجد علی
اظہر غلام محی الدین
اعظم اعظم خاں
افسوس میر شیر علی
افسر غلام اشرف
اکبر اکبر خاں
الہام شاہ ملول
الم لا اعلم
الفت لا اعلم
الفت منگل سین
امیر مرزا مینڈھو
امیر نواب علی محمد خاں
امیر امیر اللہ
امین خواجہ امین الدین
امین امین الدین خاں

امین محمد اسماعیل
امین میر محمد
امین امانی میر امانی
امانی لا اعلم
امجد مولوی امجد
امی روشن بیگ
امانت امانت رائے
انور ولی محمد خاں
انتظار لا اعلم
انیس نوازش خاں
انجام امیر خاں
انشا میر انشاء اللہ خاں
اویسی شاہ محی الدین
اوباش شیخ امیر الزمان
ایمان شیر محمد خاں

حرف الباء

بحر لا اعلم
برشتہ مشرف
برکت برکت اللہ خاں
برکت برکت علی خاں
پروانہ محمد بیگ
پروانہ راجہ جشونت سنگھ
بزاز حسین بخش
بسمل سید جبار علی
بشیر میر بشارت علی
بقا محمد بقاء اللہ
بہادر راجہ بینی بہادر
بیتاب لا اعلم
بیتاب خداوردی خاں
بیتاب سیوک رام
بیتاب لا اعلم
بیتاب عباس علی خاں
بیتاب میر نجف علی
بیجان شیو سنگھ
بیخود نرائن داس
بیخواب لا اعلم
بیدار میر محمدی
بیان خواجہ احسن اللہ
پیام شرف الدین علی خاں

حرف التاء

تاباں میر عبد الحیی
تاب مہتاب رائے
تپش مرزا جان
تجلی میر محمد حسین
تجلی شاہ تجلی
تجمل محمد عظیم
تجمل لا اعلم
تجرد میر عبد اللہ
تحیر محمد مصطفےٰ
ترقی مرزا تقی خاں
تسلی ٹیکا رام
تسکین سجاد علی
تسکین میر حسین
تصور حیدر حسن خاں
تعشق میر سید محمد
تمکین صلاح الدین
تمنا محمد اسحٰق خاں
تنہا محمد عیسیٰ

حرف الثاء

ثابت مرزا معز الدین
ثابت اجابت خاں
ثاقب شاہ شمس الدین
ثروت سید درویش علی
ثنا میر شمس الدین

حرف الجیم

جام کنور سین
جان جان علی
جانی بہو بیگم
جذب میر بھکاری
جراح غلام ناصر
جرأت قلندر بخش
جعفری میر باقر علی
جلال لا اعلم
جنون مرزا نجف علی خاں
جنون فخر الاسلام
جنون شاہ غلام مرتضیٰ
جوہر مرزا احمد علی
جوشش محمد عابد
جوشش محمد روشن
جوش رحیم اللہ
جوان مرزا نعیم بیگ
جولان میر حسن علی خاں
جہانگیر جہانگیر بیگ
جہاندار مرزا جواں بخت
جھمن جھمن ناتھ
جینا بیگم اسم بامسمیٰ

حرف الحاء

حاتم شاہ حاتم
حافظ محمد اشرف
حالی میر محب علی

حبیب لاعلم
حجام عنایت اللہ
حزیں لاعلم
حسرت جعفر علی
حسرت ذوقی رام
حسرت ہیبت قلیخاں
حسن سید غلام حسن
حسن خواجہ حسن
حسن مولوی
ابوالحسن
حسن حسن علی خاں
حسن مرزا حسن
حسین سید غلام حسین
حسین نواب
غلام حسین خاں
حشمت محتشم علی خاں
حشمت میر محمد علی
حضور لالہ بال مکند
حفیظ محمد حفیظ
حقیقت میر شاہ حسین
حکیم محمد اشرف خاں
حکیم محمد پناہ خاں
حقیر میر امام الدین

حیرت میر مراد علی
حیرت غلام فخرالدین
حیرت اجودھیا پرشاد
حیران میر حیدر علی
حیدر حسام الدین
حیدر میر حیدر علیخاں
حیف میر چراغ علی

حرف الخاء

خاکسار میر محمد یار
خاکی حیدر بیگ
خادم لاعلم
خادم لاعلم
خادم خادم علی خاں
خان محمدی خاں
خاکی اشرف خاں
خرد نواب
فخرالدین محمد خاں
خستہ محمد عبداللہ خاں
خستہ غلام قطب
خشنود لاعلم
خلق میر احسن
خلیق میر مستحسن
خنداں لاعلم
خودغرض لاعلم
خیال غلام حسن خاں

حرف الدال

داغ میر مہدی
دارا مرزا دارا بخت
دانا میر فضل علی
داؤد لاعلم
درد مند کریم اللہ خاں
درد خواجہ میر
دریغ سید
زین العابدین
درویش میر شاہ علی
دل مولوی شمس الدین
دل زور آور خاں
دل دیبی پرشاد
دلخوش بہادر سنگھ
دلگیر دلیر شاہ
دلسوز خیراتی خاں
دلگیر میر حمایت اللہ خاں
دولہن بیگم اسم باسمی
دوست لاعلم
دیوانہ محمد علی خاں
دیوانہ رائے سرب سنگھ

حرف الذال

ذاکر مرزا احمد بیگ
ذرہ راجہ رام ناتھ
ذکا ذکاءاللہ خاں
ذکا خوب چند
ذوق شیخ ابراہیم
ذوقا ذوقا شاہ
ذوقی ذوقی رام
ذوقی شاہ ذوقی

حرف الراء

راقم غلام محمد
راقم بندرابن
راغب مرزا اسبحان قلی
بیگ
رافت رؤف احمد
راسخ غلام علی
راجہ راجہ بہادر
رجا لاعلم
رسا لاعلم
رسا مولوی علیم اللہ
رستم سید رستم علی خاں
رسوا آفتاب رائے
رضا لاعلم

رضا میر رضا علی
رضا حمید الدین
رضا میر محمد رضا
رضا مرزا جیون
رضا میر محمدی
رضی سید رضی خاں
رضی مرزا رضی خاں
رغبت میر ابوالمعانی
رغبت لاعلم
رفیق مرزا اسد بیگ
رفیق امین اللہ
رفاقت مرزا مکین
رفیع رفیع الدین خاں
رقت مرزا قاسم علی
رنگین سعادت یار خاں
رنگین پورن لعل
رند گنگا پرشاد
رند مہربان خاں
رنج میر محمد نصیر
رونق میر غلام حیدر
خاں
روشن
روشن روشن شاہ

حرف الزاء

زار برہان الدین خاں
زار میر مظہر علی
زار میر جیون
زکی شیخ مہدی
زکی جعفر علی خاں
زمان محمد زمان
زینت اسم باسمی

حرف السین

سامی مرزا محمد جان بیگ
سائل مرزا محمد یار بیگ
ساماں میر محمد ناصر
سبحان عبدالسبحان
سبقت مرزا مغل
سجاد میر سجاد
سخن مرزا محمد حسین
سخنور دیوالی سنگھ
سرسبز مرزا زین العابدین
خاں
سراج
سراج سراج الدین علی
سراج لاعلم
سرور اعظم الدولہ نواب
محمد خاں
سرور رجب علی بیگ
سعادت سعادت علی
سعید قاضی
سعید الدین خاں
سکندر خلیفہ محمد علی
سلطان مرزا علی بہادر
سلطان نواب
نصر اللہ خاں
سلیمان مرزا سلیمان شکوہ
سلیمان لاعلم
سلام نجم الدین علیخاں
سودا مرزا محمد رفیع
سوز محمد میر
سوزاں مرزا احمد علیخاں
سہراب سہراب بیگ
سیادت میر مجاہد الدین
سید میر قطب علی
سید میر غالب علی خاں
سید میر غلام رسول

حرف الشین

شاد اللہ یار بیگ
شاد لاعلم
شاد لاعلم
شاذ میر احمد حسین
شاداب خوشوقت رائے
شاداں میر رجب علی
شاکر شاہ شاکر علی
شاکر محمد شاکر شاہ
شاہ سعد اللہ
شائق محمد ہاشم
شائق میر حاجی
شائق پیر محمد
شائق محمد نذیر الدین حسین
شرف مرزا اشرف الدین بیگ
شرف شیخ شرف الدین
شرف میر محمدی
شریف مرزا شریف بیگ
شرافت مرزا اشرف علی
شرر مرزا جعفر
شرر مرزا صادق
شرر مرزا ابراہیم
شعوری لاعلم
شعلہ امرناتھ
شفا حکیم یار علی
شفیع محمد شفیع

شفیق مظہر علی خاں	شہامت شاہ شہامت	صبا لاعلم	طفل مرزا طفل بہادر
شکوہ محمد رضا	علی	صبا مرزا راجہ شنکر ناتھ	طور لاعلم
شکوہ میر شکوہ علی	شہید لاعلم	صبر مرزا غلام حسین خاں	طوماس خاں صاحب
شکیبا شیخ غلام حسین	شہیدی کرامت علی	صدق لاعلم	حرف الظاء
شکر رادھا کشن	شیدا لاعلم	صفا منو لعل	ظاہر میر محمدی
شگفتہ مرزا بیدار بخت	شیدا خواجہ ہنگا	صفا لاعلم	ظفر مرزا ولی عہد بہادر
شگفتہ مرزا سیف علی	شیدا نواب معین الدین	صفدر میر صفدر علی	ظہور ظہور اللہ بیگ
شگفتہ بدھ سنگھ	خاں	صفدری میر صادق علی	حرف العین
شوق شیخ الہی بخش	شیفتہ لاعلم	صنعت کریم الدین	عالی لاعلم
شوق جوہر بیگ	شیفتہ حافظ عبد الصمد	حرف الضاد	عالی جاہ خلف نظام
شوق مولوی قدرت اللہ	شیفتہ نواب مصطفیٰ	ضبط میر حسن شاہ	الملک بہادر
شوق لاعلم	خاں بہادر	ضمیر شیخ مداری	عارف محمد عارف
شوق حسن خاں	حرف الصاد	ضمیر گنگا داس	عارف میر عارف علی
شوق بھوکے لعل	صاحب نواب ظفریاب خاں	ضیا میر ضیاء الدین	عاجز الفت خاں
شوق روشن لعل	صاحب لاعلم	ضیا مرزا ضیا تحت	عاجز زور آور سنگھ
شوق محمد بخش	صاحب اسہ الفاطمہ بیگم	ضیا ضیاء الدین	عاصی امداد حسین
شوق غلام رسول	صاحب قران امام علی	حرف الطاء	عاصی لاعلم
شوکت حنیف علی	صادق صادق علیخاں	طالب طالب حسین	عاصی خواجہ برہان الدین
شور مرزا ملھو بیگ	صادق میر جعفر خاں	طالب لاعلم	عاقل عاقل شاہ
شورش غلام احمد	صادق صادق علیخاں	طالب میر طالب علی	عاشق لاعلم
شورش میر غلام حسین	صابر صابر شاہ	طالب حافظ طالب	عاشق بھولا ناتھ
شہرت لاعلم	صانع نظام الدین احمد	طرب جھنو لعل	عاشق رام سکھ
شہرت امیر بخش	صبا کانجی مل	طرہ طرہ یار خاں	عاشق مہدی علی خاں

عاشق شیخ نبی بخش	عنایت عنایت اللہ	حرف الفا	فریاد لاعلم
عاشق مولوی	عنایت عنایت علیخاں	فائز میر احمد خاں	فراق ثناء اللہ خاں
جلال الدین	عیش مرزا حسین رضا	فائق لاعلم	فراقی پریم کشور
عاشقی آغا حسین قلیخاں	عیشی طالب علیخاں	فائغ فارغ شاہ	فرہاد میر سر علی
عبرت میر ضیاء الدین	عیاش میر یعقوب	فارغ مکند سنگھ	فصیح مرزا جعفر علی
عبد الواسع اسم باسمی	عیاش خیالی رام	فائز لاعلم	فضل فضل مولی خاں
عزت عبد الولی	حرف الغین	فدا شاہ فدا	فغاں کوکلتاش خاں
عزیز بھکاری لعل	غالب مکرم الدولہ	فدا میر عبد الصمد	فقیر میر فقیر اللہ
عزیز عزیز اللہ	بیگ خاں بہادر	فدا فدا حسین	فقیر میر شمس الدین
عزیز مہاراج سنگھ	غالب غالب علیخاں	فدا امام الدین	فگار میر حسین
عزیز شیو ناتھ	غالب مرزا اسد اللہ خاں	فدا لچھمی رام	فگار مرزا قطب علی
عسکری مرزا عسکری	غازی لاعلم	فدا عاقبت محمود خاں	فیض کرپا کشن
عشاق لاعلم	غافل رائے سنگھ	فدائے مرزا عظیم بیگ	فیض میر فیض علی
عشقی لاعلم	غافل بختاور سنگھ	فدوی اسم باسمی	حرف القاف
عشق شاہ گھسیٹا	غربت لاعلم	فدوی میر فضل علی	قائم محمد قیام الدین
عشق میر عزت اللہ خاں	غربت شیخ نصیر الدین	فدوی محمد محسن	قاسم سید قاسم علیخاں
عشق شیخ غلام الدین	غضنفر غضنفر علیخاں	فدوی مرزا محمد علی	قاسم میر قدرت اللہ خاں
عشرت میر غلام علی	غلام راجہ گوپال ناتھ	فراغ محمد فراغ	قاسم میر قاسم علی
عظیم مرزا عظیم بیگ	غلام شاہ غلام احمد	فراسو اسم باسمی	قاصر مرزا سر علی بیگ
عظیم لاعلم	غمگین میر سید علی	فرخ میر فرخ علی	قابل مرزا عالی بخت
عظمت میر عظمت اللہ خاں	غنی لاعلم	فرح فرح بخش	قبول غنی بیگ
علی مرزا علی قلی	غنی شیخ عبد الغنی	فرحت امیر علی	قدرت شاہ قدرت اللہ
علی علی محمد خاں	غواص لاعلم	فروغ میر روشن علیخاں	قدرت مولوی قدرت اللہ

قدرت قدرت اللہ
قربان میر محمدی
قربان میر قربان علی
قرار حاجی محمد قرار
قرار میر حسین علی
قرین لا اعلم
قسمت شمس الدولہ
قلندر اسم باسمی
قمر مرزا حاجی
قمر مرزا قمر طالع
قیس مرزا احمد علی بیگ

حرف الکاف

کامل ٹھاکر داس
کامل مرزا کامل بیگ
کبیر حکیم کبیر علی
کریم کریم اللہ خاں
کرم شیخ غلام ضامن
کرم حیدر علی بیگ
گرفتار سنگی بیگ
گرین میر محمد علی
گستاخ مرزا علی
کلو میر کلو
کلیم شیخ کلیم اللہ
کلیم میر محمد حسین
کمال شاہ کمال الدین حسین
گمان لا اعلم
گنا بیگم اسم باسمی
کوچک مرزا وجیہہ الدین
کوثر مہدی علی خاں
گویا شیخ حیات اللہ
گویا نواب فقیر محمد خاں

حرف اللام

لطیف میر شمس الدین
لطیف میر تکلف علی
لطف مرزا علی

حرف المیم

مائل میر محمدی
مائل محمد یار بیگ
مائل سید کاظم علی
ماہر فخر الدین خاں
مبتلا مرزا کاظم
مبتلا لا اعلم
مجذوب مرزا غلام حیدر بیگ
مجنوں درویش
مجنوں لا اعلم
مجرم میر فتح علی
مجرم رحمت اللہ
مجبور حق رسا
محزوں میر
محزوں عالم شاہ
محو حسین علی خاں
محو شیخ عظیم اللہ
محب شیخ ولی اللہ
محبت میر بہادر علی
محبت نواب محبت خاں
محبت مرزا حسین علی
محشر اکرام اللہ خاں
محشر مرزا علی نقی
محسن میر محسن
محترم محترم علی خاں
محمود محمود خاں
مخلص میر باقر
مخلص مخلص علی خاں
مدحت لا اعلم
مدہوش لا اعلم
مرزا آقا مرزا
مرزا مرزا نینا
مرزا ہدایت اللہ
مرزا لا اعلم
مروت صغیر علی
موہون مرزا علی رضا
مزمل مزمل شاہ
مستور شیخ پیر بخش
مستور مرزا سنگی بیگ
مستور شرف الدین احمد
مسکین سید عبدالوحد خاں
مسرت شیخ وزیر علی
مستمند مستمند یار خاں
مسیح براتی
مشیر قطب الدین
مشتاق مشتاق علیخاں
مشتاق تاج الدین
مشتاق محمد واصل
مشہور لا اعلم
مقدر میر ماشاء اللہ خاں
مصحفی غلام ہمدانی
مضمون لا اعلم
مضمون شرف الدین
مقطر کنور سین
مضطر مرزا سنگین
مضطرب درگا پرشاد
مضطرب محمد حاجی

مظہر مرزا جانجاں
مظہری سید محبوب علی
مظفر سید مظفر علیخاں
معقول لا اعلم
معنی محمد امین
معین معین الدین خاں
معروف الٰہی بخش خاں
مغل مغل علی
مغموم میر مشیت علی
مفتون مرزا کریم بخش
مفلس محب علی
مقبول مقبول نبی
مقتول ابراہیم بیگ
مقصود لا اعلم
ملال لا اعلم
ملول شاہ شرف الدین
مملو لا اعلم
ممتاز لا اعلم
ممنون میر اما
ممنون میر نظام الدین
منیر وجیہہ الدین
منیر خواجہ آفتاب خاں
منشی میر محمد حسین
منشی مول چند
منشی نور الاسلام
منتظر شیخ امام الدین
منعم قاضی نور الحق
منعم موہن لعل
منصف منصف علیخاں
منت میر قمر الدین
موزوں میر فرزند علی
موزوں چھتر سنگھ
موج خدا بخش
مونس حکیم سعادت علی
مومن مومن خاں
مہر رجب بیگ
مہر مہر چند
مہلت مرزا علی
میر محمد تقی

حرف النون

ناجی محمد شاکر
نالاں محمد عسکری
نالاں لا اعلم
نادم لا اعلم
ناصر نواب ناصر جنگ
نادر گنگا سنگھ
نادر میر عارف علی
نازک زینت
ناظم لا اعلم
نامی مرزا رجب علی بیگ
نامی حسام الدین
نامی لا اعلم
ناسخ شیخ امام بخش
نثار عبدالرسول
نثار نثار علی
نثار محمد امان
نجف میر نجف علی
نجات سید زین العابدین
ندرت مرزا مغل
ندیم مرزا علی
نزہت مرزا ارجمند
نزاکت رجو
نسیم گلزار علی
نسیم راجہ کدار ناتھ
نشاط مولوی
الٰہی بخش
نشاط بسنت سنگھ
نصیر شاہ نصیر الدین
نظیر شیخ ولی محمد
نظیر گھنپت رائے
نظیر لا اعلم
نظام نواب غازی الدین خاں
نعمی نعمت اللہ
نعیم نعیم اللہ خاں
نعمت حکیم عبدالحق
نکہت نذر علی بیگ
نوا ظہور اللہ خاں
نوازش نوازش حسین خاں
نیاز مولوی نیاز احمد
نیاز میر محمد

حرف الواؤ

واقف لا اعلم
والہ لا اعلم
والہ مرحمت خاں
واصف حسن بخشی
واصل محمد واصل
وجیہہ نواب الدین خاں
وحشت لا اعلم
وحشت میر ابوالحسن
وحشت غلام علی خاں
وحدت جمعیت رائے
وزیر خواجہ وزیر

وزیر وزیر علی خاں بہادر
وسعت مستقیم خاں
وصال نصراللہ خاں
ولا مظہر علی خاں
ولی اسم بامسمیٰ
ولی مرزا ولی محمد

حرف الہاء

ہادی میر محمد جواد علیخاں
ہاشمی میر محمد ہاشم
ہاشمی لا اعلم
ہدایت ہدایت خاں
ہرچند ہرچند کشور
ہمدم عباد اللہ خاں
ہمزہ شاہ ہمزہ
ہمت اخوند ہمت
ہوش غلام مرتضیٰ
ہوش میر شمس الدین
ہوش مرزا محمد تقی خاں

حرف الیاء

یاد میر غلام حسین
یاس خیر الدین
یقین انعام اللہ خاں
یکرنگ مصطفٰے خاں
یوسف میر یوسف علی

مقدمہ مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ کے کلمات پھولوں کے مانند اس چمن کی زینت ہیں کہ جو شمال کی ٹھنڈی ہوا سے چمن گیتی میں رنگ برنگے روپ دھار کر کھلتے ہیں اور گلدستۂ خیال کی آرائش کرتے ہیں اور شکر گذاری کو درخت کی صورت ایستادہ کرتے ہیں۔ اس طرح اَبر و بارش کی آبپاشی کے بغیر دنیا کے باغ میں خوب صورت درخت وجود پاتے ہیں۔ وہ ایسا خالق ہے کہ جو انسان کے خاکی وجود کو محبوبوں سے بڑھ کر قبولیت کا آب و رنگ عطا فرماتا ہے وہ خالق ایسا ہے کہ جو دریا کے کنارے ایستادہ سرو کو قامت کے اعتبار سے یار کی دلبری سے کم کم رکھتا ہے۔ وہ باری تعالیٰ ایسا حکیم مطلق ہے کہ جس نے انسان کی شہرت میں نیک و بد کا فرق اور گل و خار کی تمیز پیدا کی ہے وہ ایسا ہے کہ جس نے دِلدار کی زلف کو پُر پیچ و پُر شکن سنبل سے بڑھ کر بنایا ہے اور یہ تمام بے کار کی باتیں ہیں کہ کٹ حجتی کی جائے یا ایک کو بڑھا کر دوسروں کو گھٹانے کا پیترا استعمال کیا جائے۔